Arte islámico, Tazhib Turco (Ornamentación a través de la pintura o miniatura)
www.islamoriente.com

Scanned with CamScanner

حرفِ چند

میو قوم اور علاقۂ میوات کی تاریخ وتہذیب، شخصیات وتحریکات، زبان ولسانیات اور شعر وادب کے بارے میں اہم، نادر ونایاب اور اہم کتابوں، کتابچوں، پمفلٹوں، رسائل وجرائد کے شماروں اور مضامین کو *پی ڈی ایف* کے ذریعہ سے محفوظ اور عام کرنے کے لیے جہد ومساعی کر رہے ہیں، دوستوں سے گزارش ہے کہ دل چسپی لیں اور تعاون فرمائیں، ان کے پاس یا ان کے علم میں کسی بھی نوع کی کتابوں حتیٰ کہ کوئی خبر، اشتہار، دعوت نامہ، خط، تصویر یا کوئی دستاویز مطبوعہ یا غیر مطبوعہ، جو کچھ بھی ہو، ازراہِ کرم ہمیں فراہم کریں تاکہ اسے محفوظ کر کے دست بردِ زمانہ سے بچایا جاسکے اور اہلِ علم وتحقیق کی اس مواد ولوازمہ تک رسائی بالکل آسان ہو سکے۔ ہم آپ کے تعاون کے دل سے شکر گزار ہوں گے۔

توصیف الحسن میواتی الہندی

واٹس ایپ نمبر/9813267552

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

پنجاب و ہریانہ کی تاریخی مساجد

عطاء الرحمن قاسمی

پنجاب وقف بورڈ، انبالہ

rekhta
Scanned with CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب ——— پنجاب وہریانہ کی تاریخی مساجد
مصنف ——— مولانا مفتی عطاء الرحمٰن قاسمی
سن طباعت ——— ۱۵/ مارچ ۲۰۰۰ء
صفحات ——— ۵۴۰
قیمت ——— ۲۰۰/
تعداد ——— ایک ہزار
کمپوزنگ ——— اردو عربی کمپیوٹر سنٹر ۸۰/ سی ابوالفضل انکلیو اوکھلا نئی دہلی ۲۵
مطبوعہ ——— جے کے آفسیٹ جامع مسجد دلی، ۶
ناشر ——— پنجاب وقف بورڈ
۵۰/ سردار پٹیل مارگ انبالہ کینٹ

فہرست مضامین

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

مسجد کوٹلہ میوات

کوٹلہ ، میوات کا ایک گاؤں ہے ، جو دلی سے ۱۰۵ رکلومیٹر کے فاصلے پر جنوب میں اراولی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے ، کچھ دور پہاڑ کی بلندی پر حسن خاں میواتی کا قلعہ ہے ، جس کے پاس ایک مسجد بھی ہے ، حسن خاں میواتی وہ ہے جس نے فیروز پور جھرکہ کے قریب بابر بادشاہ سے زور آزمائی کی تھی جس پر بابر کو تعجب ہوا تھا ، بابر نے اسی موقع پر کہا تھا کہ تو مسلمان ہو کر ہم سے لڑنا چاہتا ہے جسکے جواب میں حسن خاں میواتی نے کہا تھا ، ہم اپنے ملک میں کسی کی مداخلت برداشت ،نہیں کر سکتے ، درانحالیکہ بابر بادشاہ بعض ہندو راجاؤں کی دعوت و تحریک پر ہندوستان آیا تھا ، جو ایک تاریخی حقیقت ہے۔

کوٹلہ دراصل ایک چھوٹا سا گاؤں ہے ، جس میں میواتی مسلمان آباد ہیں اسی کوٹلہ میں ایک تاریخی مسجد تغلق کے دور کی ہے ، جو بالکل صحیح و سالم حالت میں موجود ہے ، مسجد کی پیشانی پر ۴ ۱/۲ رفٹ لمبا اور ارفٹ ۵ ر انچ چوڑا سنگ سرخ تھا ، جس پر بخط کوفی فارسی کتبہ کندہ تھا ، جس میں سے صرف اتنا پڑھنے میں آسکا "بناکرد ایں مسجد جامع بعہد محمد شاہ ابن فیروز شاہ تغلق عالی درجات " یہ کتبہ اب مسجد کی پیشانی پر نصب ہونے کی بجائے مسجد کے صحن میں رکھا ہوا ہے ، راقم الحروف اس تاریخی مسجد میں بعد نماز مغرب حاضر ہوا تھا ، جہاں اندھیرا تھا ، موم بتی وغیرہ کے سہارے بمشکل مذکورہ عبارت پڑھی جا سکی ، خیال

Scanned with CamScanner

تھا کہ کسی دن حاضر ہو کر اس کی تصویر لے لی جائیگی، اور کتبہ نقل کر لیا جائیگا، مگر اسکا موقع نصیب نہ ہو سکا، یہ صورت حال بعض رفقا کی سیمابی طبیعت اور ان کی جلد بازی کی وجہ سے پیش آئی، اگر ہم لوگوں نے اطمینان سے اس مسجد کا سروے کیا ہوتا تو آج اس کا صدمہ نہ ہوتا، اور مسجد کا تاریخی کتبہ محفوظ ہو گیا ہوتا، اندیشہ ہے کہ کہیں صحن میں رکھا ہوا یہ کتبہ ضائع نہ ہو جائے، کیا ہی اچھا ہو تا کہ بورڈ کی طرف سے اس کتبہ کو مسجد میں نصب کرانے کا بندوبست کر دیا جاتا ۔

جیسا کہ عرض کیا گیا تھا کہ یہ مسجد بلندی پر ہے، جس کی بیس سیڑھیوں کے بعد چبوترے پر پہونچتے ہیں، اس کے بعد چار سیڑھیاں مزید چڑھنے کے بعد مشرقی دروازہ میں داخل ہوتے ہیں، اسکے بعد صحن شروع ہوتا ہے، صحن میں سنگ خارا کے چوکے بچھے ہوئے ہیں، جو نہایت ہی مضبوط و مستحکم ہیں، صحن ۶۰ / فٹ لمبا اور ۹۴ / فٹ چوڑا ہے، صحن کے دائیں طرف سہ دری ہے، جس میں گاؤں کے بچے پڑھتے ہیں، یہ مسجد سات دری ہے جس کے اندر کل ۳۲ / حجری ستون ہیں، جن کو بڑے سلیقے اور قرینے سے تراشا گیا ہے، یہ ستون ایسے ہی ہیں، جیسے کے حصار فیروزہ (حصار) اور کلاں مسجد ترکمان گیٹ دلی اور فیروز شاہی دور کی دوسری مسجدوں میں نظر آتے ہیں، مذکورہ مسجد کا ہر ستون ۶ / فٹ لمبا اور ۵ / فٹ مربع ہے، مسجد ۶۰ / فٹ لمبی اور ۲۷ / فٹ ۹ / انچ چوڑی ہے، سات محرابیں ہیں، اور ۶ / سیڑھیوں کا عالیشان منبر ہے، صحن سے مسجد کے اوپر جانے کیلئے ۱۵ / سیڑھیوں کا تنگ زینہ ہے جو جنوب میں ہے اس کا گنبد چھوٹا لیکن مضبوط ہے، مشرقی جانب وضوخانہ وغیرہ ہے، اور مشرق، جنوب میں مسجد کا کنواں ہے، اور اس مسجد میں تہہ خانہ بھی ہے۔

یہ مسجد بہت ہی سادہ ہے، لیکن تغلق فن تعمیر کا شاہکار نمونہ ہے، جو

Scanned with CamScanner

پنجاب وقف بورڈ کے زیر انتظام ہے اور آباد ہے، اس کے اندر ایک مکتب بھی قائم ہے، اس کو دیکھنے کے بعد (چونکہ کافی رات ہو چکی تھی) دہلی کے لئے مالب ہوتے ہوئے روانہ ہونے کا ارادہ تھا، مگر اتفاق سے راستہ میں گاڑی خراب ہو گئی، جس کی وجہ سے کافی تاخیر ہو گئی تھی، اس کے باوجود مالب کے لئے روانہ ہو گئے، جہاں کی عظیم الشان عیدگاہ دیکھنے کا ارادہ تھا عیدگاہ سے پہلے مالب میں حضرت قاری محمد سلیمان صاحب مہتمم مدرسہ تجوید القرآن آزاد مارکیٹ دہلی زیر تعمیر مسجد کا معائنہ کیا جو مالب میں شاہی طرز پہ بنائی جارہی ہے، حضرت قاری صاحب مالب ہی کے رہنے والے ہیں، اور ان کا مذکورہ بالا مدرسہ دہلی میں ہے، جو تجوید و قرأت کے میدان میں ایک ممتاز مدرسہ ہے۔

شاہی مسجد عیدگاہ مالب

مالب کی وسیع و عریض مسجد عیدگاہ کے بانی اور اسکے عہد تعمیر کے متعلق کوئی خاص واقفیت نہ ہو سکی، مگر یہ نہایت ہی عالیشان عیدگاہ ہے، جو کسی بادشاہ کے دور کی تعمیر معلوم ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد تین سو سال پرانی ہے، جس کے تین در اور تین گنبد ہیں، اور جن کے کلس صحیح حالت میں ہیں مشرقی جانب کے دو مینار نہایت ہی بلند و بالا ہیں، اور ان کے بھی کلس محفوظ ہیں، ان کے درمیان میں بھی درمیانی در کے اوپر دو برجیاں ہیں، لیکن ان کے کلس نہیں ہیں، اور ۱۶ ر محرابیں ہیں، اور مغربی جانب کی دیوار میں بھی ۷ ار محرابیں ہیں، تین سیڑھیوں کا قدیم منبر ہے۔

صحن کے مشرقی جانب بھی دو مینار ہیں، صحن ۶۹ ر فٹ لمبا اور ۲۷ ر فٹ چوڑا ہے، اور اندر سے مسجد ۳ + ۵۸ ر فٹ لمبی اور ۸ + ۲۳ ر فٹ چوڑی ہے، سہ دری ۸۳ ر فٹ ۱۱ ر انچ چوڑی اور ۲۰ ر فٹ ۸ ر انچ لمبی ہے۔

Scanned with CamScanner

مسجد میں ۲۵ ر محراب نما چھوٹے طاق ہیں، اور ۵ ر بڑے طاق ہیں۔

اس شاہی مسجد عید گاہ میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ فیض العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم ہے۔

مذکورہ بالا شاہی مسجد عید گاہ مالب کی قدیم مسجد ہے، جس کا شمار میوات کی اہم مساجد میں ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

مسجد بھونڈسی

"بھونڈسی "ہریانہ کا ایک معروف گاؤں ہے، جو گوڑگانواں سے ۱۵ ر کلو میٹر کے فاصلے پر جنوب اراولی پہاڑ کے دامن میں الور روڈ کے کنارے واقع ہے، یہاں راجپوتوں کا مسکن ہے، کہا جاتا ہے کہ یہاں کے زیادہ تر باشندے فوج میں ہیں، ۱۹۴۷ء سے قبل بھی یہاں کے زیادہ تر مسلمان فوج میں تھے۔

اب یہ علاقہ سابق وزیر اعظم چندر شیکھر کے سیاسی آشرم کی وجہ سے زیادہ مشہور ہو گیا ہے، چندر شیکھر کے (روحانی کم سیاسی زیادہ) آشرم سے کوئی ۴ ر کلو میٹر کے فاصلے پر پچھم میں مسجد ہے اب یہ علاقہ مسجد بھونڈسی کے نام سے ہی جانا پہچانا جاتا ہے، خدا معلوم اس کا اصل نام کیا ہے۔

بھونڈسی میں حضرت معین الدین چشتیؒ کی تشریف آوری

مقامی لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اجمیر شریف جاتے ہوئے اپنے مریدین و معتقدین کے ساتھ بھونڈسی میں قیام کیا تھا، جب آپ کے عقیدت مندوں وارادتمندوں کا قافلہ نے یہاں پڑاؤ ڈالا تو نماز پڑھنے کیلئے پانی کی ضرورت پیش آئی، بھونڈسی میں پانی کہیں نظر نہیں آتا تھا، قافلہ والے پانی کے لئے سخت پریشان تھے، اسی اثناء میں ایک کتیا نظر آئی جس کے جسم سے پانی ٹپک رہا تھا، قافلہ والوں نے سوچا کہ قریب میں کہیں پانی ضرور ہوگا، جہاں سے یہ کتیا آئی ہے، چنانچہ قافلہ والوں میں سے چند لوگ کتیا کے جسم سے پانی کے

ٹپکتے ہوئے نشان کو دیکھتے ہوئے، آگے چلے کچھ دور گئے تو دیکھا کہ وہ کتیا ایک گھر سے نکلی ہے، قافلے والوں نے دروازہ پر دستک دی، گھر سے ایک بڑھیا نکلی، قافلہ والوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے لئے پانی طلب کیا، تو بڑھیا نے پانی دینے سے صاف انکار کردیا، جب قافلہ والوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی بزرگی اوران کی کرامتوں کا ذکر کیا تو بڑھیا نے کہا کہ میرا بچہ سخت بیمار ہے، اس شرط پر پانی دوں گی کہ میرا بیمار بچہ ان کی توجہات اور دعاؤں سے ٹھیک ہوجائے، قافلہ والوں نے بڑھیا سے کہا کہ تم اپنے بچہ کو حضرت خواجہؒ کی خدمت میں لے کر چلو، اور حضرت خواجہؒ سے دعاء کی درخواست کرو، اللہ کے فضل وکرم سے بچہ ٹھیک ہوجائیگا، چنانچہ بڑھیا اپنے بیمار بچہ کو حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں لے کر گئی، حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے دعا کی اللہ کے فضل وکرم سے وہ بچہ شفایاب ہوگیا، جس سے حضرت غریب نوازؒ کی کرامت وبزرگی کا خوب چرچا ہوا، یہ گاؤں ہندو راجپوتوں کا تھا، پورا گاؤں حضرت غریب نوازؒ کا معتقد ہو گیا، اور گاؤں والوں نے اصرار کیا کہ حضرت خواجہؒ یہیں قیام کریں اور ہماری اصلاح وتربیت فرمائیں، مگر حضرت خواجہؒ اجمیر شریف کیلئے مقرر کئے گئے تھے، جب حضرت خواجہؒ اپنے قافلے کے ساتھ اجمیر کیلئے روانہ ہوئے تو گاؤں والے بھی یہ کہتے ہوئے حضرت خواجہؒ کے قافلے میں شامل ہوگئے کہ خواجہ نے ہم کو موہ لیا! موہ لیا!

اس واقعہ سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ، بھونڈسی ہندوستان کا پہلا مقام ہے جہاں سب سے پہلے حضرت اجمیریؒ کے ذریعہ اسلام پھیلا، اور بھاری تعداد میں غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے، بھونڈسی میں حضرت خواجہؒ کی تشریف آوری کیوجہ سے بعد کے بعض مسلم سلاطین نے آپ کی جائے قیام پر آپ کی یادگار

میں عالیشان مسجد تعمیر کی۔

مسجد کا فن تعمیر

مسجد مذکور کا شمار غیر منقسم پنجاب (موجودہ ہریانہ) کی قدیم ترین خوبصورت مساجد میں ہوتا ہے، جو چونہ پتھر کی بنی ہوئی ہے، جس کی عمارت گاؤدم طرز پر مستطیل ہے۔

یہ مسجد عقبی حصہ سے عہد فیروز شاہی کی تعمیر معلوم ہوتی ہے، اور مسجد کی روکار عہد لودھی کی تعمیرات کی نمائندگی کرتی ہوئی نظر آتی ہے، غرضیکہ یہ عمارت تغلق اور لودھی تعمیرات کا حسین امتزاج ہے، جس کے عہد کا تعین نہایت ہی دشوار ہے، بانی مسجد کے نام کا علم اور ہی محال ہے۔

مسجد کا اصل باب الداخلہ مشرق میں تھا، (جہاں اب سرکاری مویشیوں کا ہاسپٹل ہے) اس کا صحن ۶۷ر فٹ مربع ہے، جس میں سنگ سیاہ کے چوکے نصب ہیں، جو امتداد زمانہ کی بنا پر خستہ و شکستہ ہو رہے ہیں، جس کے اندر جھاڑ جھنکار اور گوبر کا ڈھیر ہے، صحن کی چہار دیواری ہوئی ہے، جس پر استر کاری کی گئی ہے۔

مسجد کے تین محرابی در ہیں، جن کے نیچے سے اوپر تک ۲۶ر چھوٹے چھوٹے محرابی طاق ہیں، تینوں دروں کی روکار پر اعلیٰ درجہ کی منبت کاری اور نقاشی کی گئی ہے، درمیانی در، بڑا ہے، اور دائیں بائیں کے در، قدرے چھوٹے ہیں۔

ان محرابی دروں کی پیشانیوں پر کنگورے بنے ہوئے ہیں، جو بڑے دلکش ودلآویز ہیں، اندر سے مسجد ۶۸ر فٹ لمبی اور ۱۳ر فٹ ۱۰ر انچ چوڑی ہے، فرش پتھر اور چونہ کا عمدہ بنا ہوا ہے، مگر جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ رہا ہے، اسکی مغربی دیوار میں تین تین محرابیں ہیں، اور شمالی وجنوبی دیواروں میں بھی تین تین محرابیں ہیں، جو بہت ہی خوشنما معلوم ہوتی ہیں، ہر چہار جانب چھوٹی چھوٹی محرابیں بھی ہیں،

Scanned with CamScanner

اور اندرون مسجد گول دائروں میں اللہ اللہ اور بعض گول دائروں میں یا وحاب لکھا ہوا ہے، اور بعض گول دائروں میں کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے۔

تہہ خانہ

مسجد، میں تہہ خانہ بھی ہے، مقامی لوگوں کا بیان ہے، کہ جو بھی تہہ خانہ میں داخل ہوا، وہ لوٹ کر واپس نہیں آیا، بہت پہلے کچھ لوگ داخل ہوئے تھے مگر آج تک واپس لوٹ کر نہیں آئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تہہ خانہ میں قیمتی خزانہ ہے۔

اس مسجد کے تین گنبد ہیں وسطی گنبد عالیشان ہے، مسجد موٹھ کے گنبدوں کی طرح ہے، البتہ دائیں بائیں کے گنبدوں کا طرز درمیانی گنبد سے جداگانہ ہے، ان گنبدوں میں دھاریاں بنی ہوئی ہیں، حالانکہ درمیانی گنبد شالغمی طرز پر بنا ہوا ہے، مسجد کے عقبی حصہ میں ایک کھجور کا درخت ہے۔

منہدم دیوار

مسجد کی جنوبی دیوار منہدم ہو گئی ہے، اور سنگ بستہ بنیاد و اساس سے، گنبد تک کی دیوار گر گئی ہے، بلکہ گنبد کا کچھ حصہ بھی منہدم ہو گیا ہے، جس کی مرمت کی سخت ضرورت ہے، اگر اس کی طرف فوری توجہ نہیں دی گئی، تو جنوبی دیوار کی طرح دوسری دیواریں بھی منہدم ہو سکتی ہیں، مسجد کا عقبی حصہ مخدوش حالت میں ہے جو محتاج اصلاح و مرمت ہے، اگر اس کی طرف سے ذرا بھی غفلت برتی گئی تو یہ تاریخی مسجد، جو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی یادگار ہے، منہدم ہو سکتی ہے۔

مسجد پنجاب وقف بورڈ کے زیر انتظام ہے، لیکن اس گاؤں میں زیادہ مسلم آبادی نہ ہونے کی وجہ سے مسجد غیر آباد ہے، وہاں کے چند مسلمان مسجد کو آباد کرنے کا پروگرام بناتے ہیں تو مقامی ہندو مزاحم ہوتے ہیں، اور نئی مسجد تعمیر کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، بلکہ تعاون کرنے کا یقین دلاتے ہیں، مگر اس تاریخی مسجد کو آباد کرنے

Scanned with CamScanner

کی حمایت نہیں کرتے، بلکہ ان کا رویہ معاندانہ و مخالفانہ ہوتا ہے۔

وقف زمین

ریونیو ریکارڈ کے مطابق مسجد کا رقبہ ۴ ارکنال ہے، جس کے بعض حصہ میں مویشیوں کا سرکاری ہاسپٹل ہے، جو بالکل مسجد کے مشرقی دروازہ پر تعمیر ہوا ہے، مسجد سے ملحق کافی وقف اراضی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ قدیم سرکاری ریکارڈ سے وقف اراضی کی تحدید و تعیین کی جائے اور وقف اراضی کی احاطہ بندی کرادی جائے۔

مقبرے

مسجد کے صحن میں دو مقبرے ہیں، جن میں سے ایک بڑا ہے اور دوسرا چھوٹا ہے، جن کے اوپر شاندار گنبد ہیں، یہ مقبرے کن بزرگوں کے ہیں، ان کے ناموں کا علم نہیں ہوسکا اور ان میں کوئی کتبہ بھی نہیں ہے، جس سے تاریخ تعمیر اور صاحب مقبرہ کے نام و کام کا علم ہوسکے، یہ مقبرے بھی تغلق و لودھی دور کے معلوم ہوتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

مسجد درگاہ شیخ محمد موسیٰ پلہ

قصبہ نوح کا شمار میوات کے مشہور قصبات میں ہوتا ہے، جو دلی سے ۸۰/ کلو میٹر کی مسافت پر جنوب میں واقع ہے، یہاں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی ہے، ۱۹۴۷ء میں یہاں کے مسلمانوں نے بہت کم ہجرت کی تھی کہتے ہیں کہ گاندھی جی یہ نہیں چاہتے تھے، کہ میوات کے مسلمان پاکستان جائیں، چونکہ یہ لوگ بڑے محنتی و جفاکش ہوتے ہیں، اور یہاں کی سخت زمینوں میں کاشتکاری کے لئے یہی لوگ موزوں ہو سکتے ہیں حالانکہ ۴۷ء میں یہاں کے مسلمان بھی پابہ رکاب ہو چکے تھے۔

قصبہ نوح میں دو ہائی اسکول، ایک ڈگری کالج اور تین مدرسے ہیں کچھ اوقاف بھی ہیں، یہاں کا مشہور مدرسہ معین الاسلام ہے، جو ایک اقامتی ادارہ ہے یہ مدرسہ تبلیغی جماعت کے زیر اثر ہے، جس کے مہتمم مولانا محمد طیب صاحب ہیں، اسکے علاوہ حضرت مولانا نیاز محمد صاحب کا بھی مدرسہ ہے، راقم کو اس مدرسہ کے سالانہ امتحان میں ایک دفعہ ممتحن ہونے کا موقع ملا ہے، جس سے یہاں کے معیار تعلیم کا تھوڑا بہت علم ہوا، یہاں کے اساتذہ باصلاحیت ہیں، حال ہی میں دار العلوم میوات بھی کھلا ہے، جسکے بانی حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب ہیں۔

قصبہ نوح میں جہاں آج کل دعوتی سرگرمیوں کا مرکز ہے، وہاں ایک قدیم روحانی مرکز بھی تھا، جو موضع پلہ نوح میں تھا، جہاں حضرت شیخ محمد موسیٰ کی خانقاہ

تھی، حضرت شیخ محمد موسیٰؒ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے نواسے اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلفاء میں تھے، آپ کے بعض تذکرہ نویسوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ حضرت خواجہ نصیر الدینؒ "چراغ دلی" کے خلیفہ تھے، حضرت شیخ محمد موسیٰؒ علم باطن و علم ظاہر کے جامع تھے، آپ اپنی خانقاہ میں جہاں لوگوں کی روحانی تربیت وتزکیہ نفس کرتے تھے، وہیں اپنے مدرسہ میں طلباء کو علوم قرآن وحدیث کا درس بھی دیا کرتے تھے، آپ کی خانقاہ اور آپ کا مدرسہ موضع پلہ میں تھا، جہاں آج بھی خانقاہ ومدرسہ کی قدیم عمارتیں موجود ہیں، جو کسی شیخ طریقت ومرشد کامل اور ماہر فن مدرس، کی منتظر ہیں۔

حضرت شیخ محمد موسیٰ کا وصال ۷۲۳ھ میں ہوا تھا، آپ کی تدفین موضع پلہ میں ہوئی آپ کی قبر پر سنگ مرمر کا تعویذ ہے، جس کا جنگلہ نہیں ہے، مگر سنگ مرمر کے ستون باقی ہیں، آپ کی درگاہ میں یہ لوح نصب ہے۔

درگاه شیخ موسی ۷۲۳ھ

این حجره شریف بنا نموده شیخ عبد الصمد بن خواجه احمد

بن محمد باشم نبیره حضرت

بتاریخ نوازدہم شہر شوال ۱۱۴۲ھ مرتب شد

موسیٰ کہ بود یم عنایت — بود ست بہ پلہ ہدایت

تاریخ او خرد گفت — او صاحب سلسلہ ولایت

آپ کے سرھانے "بہ جنت رسید" کندہ ہے۔

درگاہ شیخ محمد موسیٰؒ نواب ہتھین کی تعمیر کردہ ہے، درگاہ کے صحن میں ایک جگہ پانی جمع رہتا ہے، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ جسم پر جو مسے ہو جاتے ہیں وہ یہاں کے پانی سے ختم ہو جاتے ہیں۔

آپ کی درگاہ کے احاطہ میں سنگ خارا کی بنی ہوئی ایک شاندار مسجد ہے جو ۱۹/ فٹ ۷/ انچ لمبی، ۸/ فٹ ۹/ انچ چوڑی ہے اس کا صحن ۸۹/ فٹ لمبا اور ۴۷/ فٹ چوڑا ہے، اصل میں یہ عمارت ۹۹/ فٹ لمبی ہے، لیکن اس کے تین حصے کر دیئے گئے ہیں، اس کا دروازہ مشرق میں ہے، یہ مسجد آباد ہے، مسجد کے احاطہ میں اب ایک دینی مدرسہ بھی قائم کر دیا گیا ہے، جس میں کچھ مقامی و بیرونی طلبا زیر تعلیم ہیں، اس مسجد کے علاوہ جنوب میں ایک اور مسجد ہے، جو تین در کی ہے، اور کوہان نما عمارت ہے، جو سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے، یہ مسجد ۲۵/ فٹ لمبی اور ۱۱/ فٹ چوڑی ہے، جس کا صحن ۳۰/ فٹ لمبا اور ۱۵/ فٹ چوڑا ہے۔

ان دونوں مسجدوں کے علاوہ اسی احاطہ میں ایک تیسری مسجد بھی ہے، جو جنوب و مشرق میں واقع ہے، جسکو اونٹ والی مسجد کہتے ہیں، جسکے ارد گرد مزارات ہیں یہ مسجد ۳۱/ فٹ ۷/ انچ لمبی اور ۱۳/ فٹ ۱۰/ انچ چوڑی ہے، اور تین سیڑھیوں کا منبر ہے۔

اس کا صحن ۵۳/ فٹ لمبا اور ۳۷/ فٹ چوڑا ہے، جس میں تین طرف سہ دریاں ہیں، لیکن شمالی جانب کی سہ دری شہید ہو گئی ہے، اور مسجد کی چھت خستہ ہو رہی ہے، اور فوری مرمت طلب ہے، یہ مسجد درگاہ شیخ محمد موسیٰ کی مسجد سے بمشکل سو، دو سو قدم کی دوری پر ہے، مگر یہ مسجد ویران اور غیر آباد ہے، جو تعجب خیز بات ہے، احاطہ درگاہ میں واقع ان تینوں تاریخی مسجدوں کے علاوہ یہاں کئی قدیم عمارتیں ہیں، یہاں ایک دو منزلہ عمارت ہے، جس کی بالائی منزل کو ذرا بھی حرکت دیجئے تو .... جنبش کرنے لگتی ہے، حالانکہ یہ بہت بڑی عمارت ہے، جس کی تعمیر میں عجیب فن تعمیر و آرٹ کا مظاہرہ کیا گیا ہے، غرضیکہ یہ یہاں کی قدیم و تاریخی عمارتیں فنی نقطۂ نگاہ سے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں، اور سیاحوں کے لئے بھی دلچسپی کا سامان فراہم کر سکتی ہیں!

Scanned with CamScanner

مسجد مقبرہ ابراہیم سور نارنول

نارنول ایک تاریخی، ثقافتی قصبہ کی حیثیت سے مشہور رہا ہے، یہ انبالہ سے ۳۵۰ رکلو میٹر مغرب میں اور دہلی سے ۱۵۰ رکلو میٹر کی مسافت پر مغرب میں واقع ہے، نارنول کو مدارس و مساجد کا شہر کہا جاتا ہے، یہاں ۷۰۰ رکے قریب مسجدیں تھیں، اور اسی طرح مدارس بھی تھے، اور ہر مدرسہ میں خانقاہ بھی ہوا کرتی تھی، یہاں علم وروحانیت کا بڑا امتزاج تھا، یہاں بڑے بڑے صوفیاو مشائخ اور فقہاو مجتہدین رہے ہیں، شیخ محمد ترک نارنولی مشہور بزرگ ہیں، یہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے مرید و خلیفہ تھے، اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بھی آپ کو اجازت حاصل تھی، آپ کا شمار اولیا کاملین میں ہوتا ہے۔

''مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کو بادشاہ نے زبردستی ملک ٹھٹھ کی جانب روانہ کیا، نارنول کے راستہ سے ٹھٹھ کو چلے، جب نارنول سے ایک کوس کے فاصلہ پر پہنچے، سواری سے نیچے اترے اتر کر شیخ محمد ترکؒ کے روضہ کی طرف روانہ ہو لئے، روضہ کے اندر ایک پتھر لگا ہوا تھا تھوڑی دیر اس کے مقابل (سامنے) کھڑے رہے، پھر شیخ کی قبر کی طرف متوجہ ہوئے، جب زیارت سے فارغ ہو لئے تو لوگوں نے عرض کیا، اس میں کیا بھید تھا؟ فرمایا: کیا خوش نصیب ہے، وہ خدمت گار جس کی پرورش کے واسطے اس کے آقا اس کے گھر میں آئیں، میں نے حضرت ﷺ کی روح مبارک کو اس پتھر پر جلوہ

افروز دیکھا، جب تک وہ معنی مجھ پر منکشف رہے، میں اس پتھر کی طرف متوجہ رہا، جب وہ میری نظر سے پوشیدہ ہو گئے، میں قبر شیخ کی طرف متوجہ ہوا، پھر حضرت نصیر الدین محمودؒ مراقبہ میں گئے، اور سر اٹھا کر فرمایا:

"جس کسی کو کوئی سخت مہم پیش آئے وہ اس روضہ کی طرف متوجہ ہو، امید ہے وہ مہم آسان ہوئے"

ایک بیباک عقید تمند بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے عرض کیا: "اب خود آپ ہی کو مہم در پیش ہے" آپ نے فرمایا: "اسی سبب سے میں کہتا ہوں کہ میری دشواری کو حق تعالیٰ ان کی برکت سے آسان کرے"۔

دو تین منزل نارنول سے نہ گذرے تھے کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت واپس، دہلی تشریف لے آئے، وہ پتھر اب تک ان کے مزار کے مقابل ہے، لوگ زیارت کرتے ہیں، رحمۃ اللہ علیہ [۱]، انکے علاوہ شیخ فیض اللہ نارنولی، شیخ حسن ابن ہشام نارنولی، شیخ ولی محمد نارنولی، اور قاضی شمس الدین شیبانیؒ جیسے بلند پایہ فقہاو محدثین بھیں کے رہنے والے تھے، یہاں شیخ محمد ترک نارنولی اور قاضی شمس الدین شیبانی اور شیخ محمد مجد شیبانی کے مدرسے بہت مشہور تھے، آخر الذکر دونوں بزرگ مشہور فقیہ امام محمدؒ کی اولاد میں تھے، اور دونوں نے نارنول ہی میں علم و عرفاں کی قندیلیں روشن کیں، یہاں کی خانقاہیں بھی بافیض تھیں، اب تو یہاں کی مسجدیں، مدرسے اور خانقاہیں سب ناجائز قبضے میں ہیں، اور زیادہ تر ان کی عمارتیں کھنڈرات اور آثار کی شکل میں موجود ہیں، نارنول کی جامع مسجد، محلہ دربستان میں ہے جس کو آدینہ مسجد بھی کہتے ہیں، یہ مسجد بالکل خالی ہے، لیکن آسانی سے اس کا قبضہ نہیں

---

[۱] تذکرہ صوفیائے میوات، ص ۱۹۹، بحوالہ اخبار الاخیار اردو، ص ۷۰، ۷۱،

لیا جا سکتا ہے، چونکہ یہ مسجد خالص ہندوؤں کے علاقہ میں واقع ہے، جو بہت ہی متعصب و تنگ نظر اور عموماً شرنار تھی ہیں، اس شہر میں جدھر بھی نگاہ ڈالی جاتی ہے، ادھر مسجد کے گنبد ہی گنبد اور مینار ہی مینار نظر آتے ہیں، ۱۹۴۷ء میں یہاں بھی زبردست فساد ہوا تھا، جس کے نتیجہ میں نارنول، مسلمانوں سے خالی ہو گیا، یہاں اب صرف ایک مسجد آباد ہے، جو پنجاب وقف بورڈ کے زیر انتظام ہے، اور پندرہ بیس مسلمان آباد ہیں، یہاں کئی قدیم قبرستان ہیں، مگر اب یہاں کے مسلمانوں کی تدفین کے لئے کوئی قبرستان نہیں ہے، حالانکہ یہاں مسلمان بھی رہتے ہیں موت و زندگی ہر شخص کے ساتھ لگی ہوئی ہے، ان کے لئے قبرستان کا نظم ہونا چاہئے۔

مسجد ابراہیم سور

مدرسہ ابراہیم سور، کے احاطہ میں مغربی جانب ایک شاندار مسجد ہے، جس کی محراب بہترین نقش و نگار سے آراستہ و پیراستہ ہے، لال اور سلیٹی رنگ کے پتھر سے تعمیر کردہ ہے، محراب کے اوپر درمیان میں آیۃ الکرسی لال پتھر پر نہایت ہی واضح طور پر کندہ ہے، اسکے اوپر چھوٹی چھوٹی محرابیں بنی ہیں، اور ان میں گول دائروں میں اللہ بالکل صاف لکھا ہوا ہے، محراب میں بھی عربی رسم الخط میں کوئی عبارت ہے، جو سمجھ میں نہیں آتی، اسکے گنبد میں اکثر سلیٹی پتھر، معمولی سا لال پتھر بھی استعمال ہوا ہے، جو نہایت ہی مضبوط ہے، یہ مسجد تقریباً ۵۵ر فٹ لمبی اور ۲۵ر فٹ چوڑی ہے، مدرسہ کے بعد مسجد کے اصل دروازہ کے لئے سنگ خارا اور بھورے پتھر کا انتخاب کیا گیا ہے، یہ مسجد بھی شیر شاہ سوری کی تعمیر کردہ ہے، جو محکمہ آثار قدیمہ کے زیر انتظام ہے، تقسیم تک اس میں نماز ہوتی تھی، اس مسجد کے اطراف میں متعدد مزارات ہیں، اور ہر عمارت کے اوپر کوئی نہ کوئی عربی و

فارسی کتبہ موجود ہے، مگر محکمہ آثار قدیمہ کی بے توجہی کی وجہ سے ان نادر و نایاب کتبات کو نقصان پہونچایا گیا ہے۔

مسجد

اسی احاطہ میں جنوبی جانب ایک اور تین در کی مسجد ہے، اور جس میں تین گنبد ہیں اور دو مینار ہیں، اس کا صحن بہت ہی خستہ ہو رہا ہے، صحن کے دونوں طرف سہ دریاں ہیں، اور مشرقی جانب حوض ہے جو سوکھا ہوا ہے، اور اس جانب بھی سہ دری ہے، مسجد کی پیشانی پر یہ تاریخی کتبہ کندہ ہے۔

قطعہ تاریخ

چوں تعمیر شد ایں خجستہ بنا　　ز اکرام و لطف و عطاء

پئے سال تعمیر آں بو حسن　　بگفتا مامن اولیاء

۱۳۵۱

یہ مسجد بھی تقسیم تک آباد تھی، اب یہ محکمہ آثار قدیمہ کے زیر انتظام آگئی ہے، اس احاطہ کی تمام عمارتیں پتھروں کی بنی ہوئی ہیں، نارنول میں عموماً مذہبی عمارتیں پتھروں ہی کی بنی ہوئی ہیں، مقبرہ ابراہیم سور کے کچھ فاصلہ پر پرانی منڈی میں محمد اکبر قلی خاں کا، جل محل ہے، جو نہایت ہی خوبصورت ہے، اور ایک کھلے میدان میں ہے، اس میدان کے چاروں طرف درختوں اور مزارات کے آثار ہیں، غرضیکہ نارنول میں جس طرف بھی آدمی نکل جاتا ہے، ادھر کسی نہ کسی مسجد، خانقاہ یا مدرسہ کی عمارت پر نگاہ ضرور پڑتی ہے، اسی بنا پر اگر کہا جائے کہ یہاں ۷۰۰/ مسجدیں ۷۰۰/ مدرسے اور ۷۰۰/ خانقاہیں تھیں تو اس میں کوئی مبالغہ کی بات نہ ہوگی، یہاں کی وقف عمارتوں کے سروے کی سخت ضرورت ہے، جناب عبد السلام صاحب، اسٹیٹ آفیسر پنجاب وقف بورڈ، ریواڑی، نے

راقم الحروف سے کہا تھا کہ دوبارہ نارنول کا سروے کیا جائے گا، سردست سرسری نگاہ ڈال لی جائے، چونکہ اس وقت بہت کم تھا، مگر افسوس اسی درمیان عبدالسلام صاحب کا تبادلہ ہو گیا جس کی وجہ سے دوبارہ یہاں سروے نہیں کیا جا سکا، ورنہ بہت سے واقعات و حقائق سامنے آتے جو بورڈ کے لئے مفید ہو سکتے تھے، نارنول کے بعد ہم لوگوں کو مہندر گڑھ جانا تھا، وہاں کی جامع مسجد دیکھنی تھی جو نیلا انس محلہ کھٹیکان میں واقع ہے، یہ تین گنبد کی مسجد ہے، جس میں سہ دری بھی ہے، تقریباً ۲۳؍ سال پہلے جناب نسیم احمد صاحب I. A. S نے کھلوائی تھی، یہ مسجد آباد ہے، مسجد کے امام مولوی مبارک حسین صاحب ہیں، مسجد کی وقف جائیدادیں ہیں جن میں سے کچھ بورڈ کے قبضے میں ہیں، اور زیادہ تر ناجائز قابضین کی تحویل میں ہیں۔

مقبرہ ابراہیم سور

نارنول میں ابراہیم سور، جمال خاں افغان، اور شاہ ولایتؒ کے مقبرے بہت مشہور ہیں، آخر الذکر دونوں بزرگوں کے مقبرے سلطان فیروز شاہ تغلق کے دور کے ہیں، جو شہر سے کچھ باہر ہیں، جہاں ہریانہ حکومت نے ایک خوبصورت پارک بنادیا ہے، یہاں سبھاش چندربوس کا مجسمہ بھی نصب کردیا گیا ہے، یہ پارک بنسی لال وزیر اعلیٰ ہریانہ کے دور میں بنا تھا، ہریانہ سرکار نے اس کا نام سادھوؤں کا گنبد رکھا ہے، جو ایک شر انگیز بات ہے، جمال خاں افغان، اور شاہ ولایتؒ کے مقبرے اسلامی فن تعمیر کے شاہکار نمونے ہیں، اول الذکر شیر شاہ سوری بادشاہ کے دادا ابراہیم سور کا مقبرہ، اپنے فن تعمیر کے اعتبار سے ہندوستان کے خوبصورت ترین مقبروں میں شامل ہے، اس کا گنبد نہایت ہی رفیع الشان ہے، مقبرہ کے اندر کالے پتھر کی ایک مضبوط قبر ہے، جسکا تعویذ صحیح و سالم ہے اور اسکے علاوہ دو بچوں کی قبریں

Scanned with CamScanner

ہیں وہ بھی کالے پتھر کی ہیں، دائیں طرف چھت پر جانے کے لئے ۳۴ / سیڑھیوں کا ایک زینہ ہے، اس کے اوپر چھتری بنی ہے، جو نہایت ہی مضبوط ہے البتہ چھجہ کچھ خستہ ہورہا ہے، یہ چھتری ۸ / سیڑھیوں پر مشتمل ہے، اور اسکے اوپر کلس ہے اور وہ بھی کالے پتھر کا ہے، بائیں جانب بھی چھت پر جانے کیلئے ۳۴ / سیڑھیوں کا ایک زینہ ہے، اسکے اوپر ایک چھتری ہے، جو ۸ / ستونوں پر مشتمل ہے، یہ ستون بھی کالے پتھر کے ہیں البتہ زیبائش و آرائش سے مزین ہیں، اسی طرح دوسری جانب بھی دو ایسی ہی چھتریاں ہیں جن میں کالے پتھر استعمال ہوئے ہیں، جن سے ماتم و غم کا اظہار ہوتا ہے، ان تینوں مقبروں کے علاوہ قلی خاں کا مقبرہ بہت ہی عالیشان ہے، جس میں بخط کوفی فارسی کتبہ ہے، یہ مقبرہ بھی فنی اعتبار سے خاصی اہمیت رکھتا ہے، اور فن تعمیر سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے دلچسپی کا سامان پیدا کر سکتا ہے۔

مقبرہ ابراہیم سور، کی احاطہ بندی کر دی گئی ہے، یہ مقبرہ محکمہ آثار قدیمہ کے زیر انتظام ہے، مگر یہاں بھی انتظام ویسا ہی ہے جیسا کہ اس محکمہ کی طرف سے ہوا کرتا ہے۔

مدرسہ

مقبرہ ابراہیم سور، کے ملحق دائیں طرف ایک وسیع احاطہ ہے، جس میں چاروں طرف اونچی اونچی دیواریں ہیں، اس احاطہ میں دوسری عمارتوں کے ساتھ مدرسہ ابراہیم سور کی عالیشان عمارت بھی ہے، جس کو شیر شاہ سوری نے اپنے دادا کو ایصال ثواب پہونچانے کی نیت سے قائم کیا تھا، جس کی تفصیل "ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں" میں کچھ اسطرح ہے۔

"شیر شاہ سوری نے ایک مدرسہ نارنول میں قائم کیا، یہ مقام

اب ریاست پٹیالہ میں داخل ہے، مقام بوال جو حصار اور جے پور ریلوے
کے درمیان میں ایک اسٹیشن ہے، وہاں سے پچھم بتیس ۳۲ر میل دور واقع ہے
مدرسہ کی عمارت بہت بڑی اور شاندار تھی، شیر شاہ سوری کے دادا ابراہیم
سور، کی قبر یہیں واقع ہے ایک کتبہ جو مدرسہ کی عمارت میں ابتک لگا ہوا ہے
اس سے تاریخ تعمیر ۹۲۷ھ ظاہر ہوتی ہے، مدرسہ و مقبرہ کے تعمیری
مصارف ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ تھے، یہ مدرسہ شیر شاہ نے اپنے عہد
حکومت سے پہلے دادا کے انتقال کے موقع پر بطور صدقہ جاریہ بنوایا تھا[۱]"

---

[۱] ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، ص ۲۸،

جامع مسجد فرید آباد

فرید آباد، صوبہ ہریانہ کا ایک مشہور صنعتی ضلع ہے، جو دلی سے ۳۲ر کلو میٹر کے فاصلے پر جنوب کی سمت میں شیر شاہ سوری، سڑک (جی ٹی روڈ) کے کنارے واقع ہے، جہاں زیادہ تر بڑی بڑی فیکٹریاں ہیں، اور شاندار رہائشی کوٹھیاں بھی ہیں، اب کثرت آبادی کی بنا پر دلی اور فرید آباد کا فاصلہ بہت ہی مختصر ہو کر رہ گیا ہے، بلکہ فرید آباد کو دلی کا ایک حصہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو۔

فرید آباد ایک قدیم ترین آبادی ہے، جہاں ہمیشہ شرفاء و نوابین رہے ہیں، فرید آباد کے مشہور نواب سید احمد شفیع نیر فرید آبادی تھے، جو بلند پایہ ادیب و شاعر تھے، وہ ایک ناول "کینولا" کے مصنف بھی تھے، آپ کچھ عرصہ تک فرید آباد سے ایک ماہوار رسالہ "تہذیب" بھی نکالتے رہے، جو ادبی حلقوں میں خوب پڑھا جاتا تھا۔

سید احمد شفیع نیر ۱۸۶۷ء میں فرید آباد میں محلّہ سیدواڑہ میں پیدا ہوئے، اور ۲۹ر سال کی عمر میں ۱۹۰۲ء میں یہیں وفات پائی ان کا ایک مشہور شعر ہے: ع

جمع ہیں میکش دیر مغاں میں
پوچھو تو نیر آج کہاں ہیں

آپ کے دو نامور صاحبزادے تھے، ایک سید ہاشمی فرید آبادی اور دوسرے سید مطلبی فرید آبادی، اول الذکر ۱۸۱۹ء میں فرید آباد میں پیدا ہوئے، آپ ۲۶ر کتابوں کے مصنف تھے، شعر و شاعری سے بھی تعلق تھا، آپ نے طالب علمی ہی

میں طرابلس اور بلقان کی جنگوں کے دوران پرجوش نظمیں لکھیں، ان سے طلبأ مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں، بہت مقبول ہوئے، جس کی پاداش میں مدرسۃ العلوم علی گڑھ سے نکالے گئے، آپ نے مسجد کانپور کی شہادت کے واقعہ سے متأثر ہو کر ایک نظم لکھی جس میں یوپی کے انگریز گورنر جیمس مسٹن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا :ع

اے قہرمان عارضی اے عامل نمرود وش
شیدائی نصرانیت اے مسند پطرس نشیں

آپکو مولوی عبدالحق بابائے اردو اور مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ کام کرنیکا موقع ملا بعد میں مولانا محمد علی جوہرؒ سے آپ کا اختلاف بھی ہوا، چونکہ آپ پر حسرت موہانی کا رنگ غالب تھا، تقسیم ملک کے بعد آپ پاکستان منتقل ہو گئے تھے، وہاں انجمن ترقی اردو کے جوائنٹ سکریٹری کے فرائض انجام دیتے رہے، آپ کا انتقال ۱۹۶۴ء میں بمقام لاہور ہوا، آخر الذکر انجمن ترقی پسند مصنفین کے بانیوں میں سے تھے، آپ بھی ایک اچھے ادیب و شاعر تھے، سن ۱۹۴۷ء میں فرید آباد سے پاکستان منتقل ہو گئے تھے، لیکن وہ اپنے وطن عزیز کو بھلا نہیں سکے ایک دفعہ جب فرید آباد آئے وہاں سے واپسی پر ایک نظم کہی، جسکا عنوان تھا، ”رخصتی سلام“ اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں :ع

پرانے چند نشاں بھی ہیں غم میں ڈوبے ہوئے
نئی ابھرتی ہوئی صنعتوں سے شرمندہ
فلک مقام عمارات دل کشا سڑکیں
نئی وہ نسل کہ آنکھوں میں عقل تابندہ
سلام میری جنم بھومی تجھ کو لاکھ سلام
غم و خوشی کو لئے آج یاں سے جاتا ہوں

Scanned with CamScanner

بھنچے، دبے ہوئے ہونٹوں میں گا رہا ہوں ضرور
و لے بتا نہیں سکتا کہ کیا میں گاتا ہوں
یہاں سے دور نئے جھونپڑے بناتا ہوں
بہ اعتماد قدم ہر قدم اٹھاتا ہوں
مجھے عزیز ہیں اپنے مقاصد عالی
انہی کے جھنڈے اڑاتا ہوں گیت گاتا ہوں

آپ کا انتقال ۱۹۷۸ء میں لاہور میں ہوا، ۱۹۴۷ء کے فرقہ وارانہ فساد میں سید احمد شفیع نیر فرید آبادی اور انکے صاحبزادے سید ہاشمی فرید آبادی اور سید مطلبی فرید آبادی کا ذاتی کتب خانہ بھی لوٹ لیا گیا تھا، اور یہ علم دوست حضرات خالی ہاتھ پاکستان ہجرت کر گئے تھے، منشی نیاز الدین صاحب مالک کتب خانہ انجمن ترقی اردو دہلی، جامع مسجد بھی فرید آباد کے رہنے والے ہیں، آپ کے دادا حکیم نصیر الدین صاحب اور والد حکیم عزیز الدین صاحب دونوں حاذق حکیم تھے اور منشی جی بڑے صاحب دل آدمی ہیں اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے۔

مشہور غیر مسلم شاعر جاوید وشسٹ فرید آباد کے رہنے والے تھے، سید ابو تمیم بھی یہیں کے باشندے تھے، ان کی مشہور تصانیف میں ملا فدوی، واردات لاہور اور لال دیوار وغیرہ ہیں۔

فرید آباد میں ۱۹۴۷ء سے قبل مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد تھی، یہاں مساجد، مقابر اور وقف جائیدادیں بھی ہیں ۴۷ء کے بعد بیشتر وقف جائیدادوں پر ناجائز قبضے ہو گئے، کچھ اپنوں اور کچھ غیروں کی وجہ سے یہاں کی وقف جائیدادیں تباہ ہوئی ہیں، قدیم فرید آباد میں فتح پور چندیلہ گاؤں (ریلوے لائن اور متھرا روڈ، بڈکھل پل کے نزدیک) میں ۶۰ ربیگھ وقف زمین تھی، جو شاہی مسجد فرید آباد کی ملکیت

میں تھی جس میں کاشت ہوتی تھی، اب اس میں سرین صاحب اور سراج پراچہ صاحب کے کارخانے ہیں، جس کے خلاف، پنجاب وقف بورڈ نے مقدمہ کیا ہے، اس کے علاوہ بھی یہاں بہت سے اوقاف دوسروں کے ناجائز قبضوں میں ہیں۔

۱۹۸۱ء میں مردم شماری کے مطابق فرید آباد کی مجموعی آبادی، ۲۴۰،۷۷،۱۴ر تھی جس میں مسلمانوں کی تعداد ۲۰ر ہزار ہوگی اس ضلع میں بھی میواتی مسلمان آباد ہیں، اور یہاں بہت سے، مسلم گاؤں ہیں۔

فرید آباد

فرید آباد شیخ فرید بخاریؒ کا بسایا ہوا شہر ہے، شیخ فرید بخاریؒ اکبر کے مصاحبین مخلصین میں تھے، شیخ فرید بخاری لاہور اور گجرات کے گورنر بھی رہے اور دوسرے مناصب جلیلہ پر بھی فائز رہے۔

اکبر بادشاہ نے شیر شاہ سوری کے ولی العہد سلیم شاہ کا تعمیر کردہ سلیم گڑھ جو جمنا کے کنارے، لال قلعہ کے مقابل، میں ہے، جس میں آج کل میموزیم ہے، انہیں بطور جاگیر دیا تھا، جس میں شیخ کا قیام تھا، اسی سلیم گڑھ میں اکبر بادشاہ دہلی میں قیام کے دوران اکثر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، جسکا ذکر تزک جہانگیری میں موجود ہے۔

شیخ فرید بخاریؒ نور الدین جہانگیر کے دور اقتدار میں بھی بڑے مقرب و معتمد رہے ہیں، آپ نے شاہزادہ خسرو اور جہانگیر کے جھگڑے میں جہانگیر کا ساتھ دیا تھا اور آپ نے ہی خسرو کو دریائے بیاس کے کنارے شکست دی تھی جس کے صلہ میں جہانگیر کی طرف سے "مرتضیٰ خاں" کے خطاب سے سرفراز کئے گئے تھے۔

تعمیرات کا ذوق

Scanned with CamScanner

اللہ تعالیٰ نے شیخ فرید بخاریؒ کو تعمیرات کا بڑا اصاف ستھرا ذوق دیا تھا، آپ کو تعمیرات کرانے کے مواقع اور وسائل و ذرائع بھی میسر تھے، موصوف کو لاہور گجرات، پنجاب، ہریانہ، اور دہلی میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے، آپ جہاں بھی گئے وہاں کوئی نہ کوئی تعمیر ضرور کرائی، جب وہ ابتدائی دور میں سلیم گڑھ میں مقیم تھے، اس میں بھی کئی مکانات تعمیر کرائے تھے؛ بہادر شاہ ظفر مارگ پر (جہاں آج کل مولانا آزاد میڈیکل کالج ہے) سرائے فرید بخاری تھی، جس کا ذکر سر سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں کیا ہے، اور اس کا نقشہ بھی پیش کیا ہے، انگریزوں نے سرائے کی عمارت میں تھوڑی بہت ترمیم و اضافہ کر کے جیل خانہ بنا دیا تھا، لاہور میں بھی انہوں نے مسجد تعمیر کی تھی، جسکا ذکر عبد اللہ چغتائی نے "مساجد لاہور" میں کیا ہے، مگر اب یہ مسجد شہید ہو چکی ہے، شیخ صاحب نے لاہور میں کوئی مارکیٹ بھی بنوائی تھی، لیکن اسکی تفصیل نہیں ملتی، گجرات کی تعمیرات بڑی اہمیت رکھتی ہیں، احمد آبادی عالم وجیہہ الدین کا روضہ اور یہاں کی مسجد انکی تعمیر کردہ ہے، احمد آباد میں ایک محلّہ بھی تعمیر کیا تھا، جو انکے نام پر بخاری محلّہ کہلاتا ہے، شیخ فرید بھکری نے اپنی تصنیف "ذخیرۃ الخوانین" میں شیخ فرید بخاریؒ کی شخصیت اور انکی تعمیرات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں۔

"خلق و تواضع و ملائمت خاصہ صفات او بود، ہیچ کس در شتی نکردہ و در لاہور و اکبر آباد و گجرات و دہلی و فرید آباد، رباط و سراہا و کٹہرہ و خانقاہ و تالاب بنا نمودہ، و امام و مؤذن و جاروب کش در مساجد مقرر کردہ حاصل بازار و کٹہرہ را بصرف ماہیانہ آں مردم کردہ و سراہا وقف کردہ، کہ ہر دم آئندہ و روندہ بے اجورہ بودہ باشند و خرچ بھٹیارہا کہ نگہبان سراہ، و دروازہ اندازہ کا کین کہ بنا کردہ او ست بودہ باشد، آنچہ در علم صفات حسنہ منحصر بر ذات حمیدہ صفات و محسن

عادات او بودہ [۱]"

حضرت مجدد الف ثانیؒ ایک خط میں ان کی تعمیرات مساجد کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ایک درویش لاہور کی طرف سے آیا ہوا تھا اس نے بیان کیا کہ شیخ جیو پرانی منڈی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کیلئے حاضر ہوئے تھے، اور میاں رفیع الدین نے آپ کے التفات کے اظہار کے بعد کہا کہ نواب شیخ جیو نے اپنی حویلی میں جامع مسجد بنائی تھی، (یہ ان دنوں کا ذکر ہے، جب نواب شیخ فرید لاہور کے گورنر تھے) الحمد للہ علیٰ ذالک، حق تعالیٰ آپ کو زیادہ توفیق عنایت فرمائے مخلصوں اور یاروں کی اس قسم کی باتیں سنکر بہت ہی خوشی حاصل ہوتی ہے [۲]"۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی مشہور تصنیف انفاس العارفین میں شیخ فرید بخاریؒ کا ذکر کیا ہے، شیخ فرید بخاریؒ نے ایک رفاہ عام کی عمارت کی تعمیر کی خوشی میں ایک ضیافت کی تھی شاہ صاحبؒ نے اس کا بھی تذکرہ کیا ہے، جس میں عمائدین شہر شریک ہوئے تھے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"شیخ فرید بخاری کہ از اعاظم امرائے آں زمان بود، و جامع بود در میان نجابت و صلاح و اعتقاد مشائخ صوفیہ، عمارتے تعمیر داد، کاروانسرائے مشہور یا دیگرے [۳]"۔

جامع مسجد فرید آباد

جامع مسجد فرید آباد ایک گھنی اور گنجان آبادی میں واقع ہے، جسکے مشرقی صدر دروازے کے دونوں طرف دکانیں اور مکانات ہیں، ان دکانوں اور مکانوں

---

۱ ذخیرۃ الخوانین مطبوعہ ۲ رود کوثر، ص ۱۸۴، ۳ رود کوثر، ص ۱۸۴،

کی وجہ سے مسجد کا حسن وجمال متاثر ہو رہا ہے، حالانکہ صدر دروازہ پر ایک خوشنما ڈیوڑھی ہے اس کے بعد وسیع وعریض پر رونق صحن کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس سے ملحق دائیں طرف حجرہ ہے جو ۱۲۱۳ھ کی تعمیر ہے، جس میں ایک بڑا مزار اور دو چھوٹے مزار ہیں، حجرہ کی روکار پر "منزل جاودانی اعظم" لکھا ہوا ہے، بائیں طرف وضوخانہ وغیرہ ہے صدر دروازہ سے ملحق دائیں مسجد کے امام وخطیب مولانا نور محمد صاحب چندیئی کا رہائشی حجرہ ہے، صحن صاف ستھرا ہے، جس میں سنگ سرخ کے چوکے بچھے ہوئے ہیں، جس کی لمبائی ۶۸ ر فٹ ۸ ر انچ اور چوڑائی ۱۴۸ ر فٹ ۱۱ ر انچ ہے، صحن کی احاطہ بندی ہوئی ہے، اور یہ سب مولانا نور محمد صاحب کی کرائی ہوئی ہے۔

فارسی کتبہ

جامع مسجد فرید آباد ۱۰۱۴ھ میں تعمیر ہوئی تھی، جس کے بانی شیخ فرید بخاریؒ تھے، جنہوں نے فرید آباد، آباد کیا تھا، مسجد کی پیشانی پر یہ فارسی کتبہ کندہ ہے۔

یا اللہ

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بعہد شاہ نورالدین جہانگیر — شہنشاہی بدیں و داد واحسان

اساس ایں بنامی خیر بنہاد — فرید عصر ملت مرتضیٰ خاں

بجز و شوکت وجود و شجاعت — خلف ابن الخلف تا شاہ مرداں

رقم خیر البقاع از خامہ سپر زد — پے تاریخ ایں جاوید بنیان،

۱۰۱۴ھ

یہ مسجد تین در کی ہے، جس کے درمیانی در میں دائیں بائیں دو گول دائرے ہیں، جن میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے، اسی طرح دونوں طرف چھت پر چڑھنے کیلئے

۱۹ / سیڑھیوں کے دو تنگ زینے ہیں، چھت کے اوپر بھی دو محرابیں بنی ہیں، ان میں بھی دو گول دائرے ہیں اور ان میں یاد وح لکھا ہے۔

مسجد میں سر دست ایک ہی گنبد ہے، جو وسط میں ہے، اس گنبد کے اوپر جانے کے لئے ۷-۷ سیڑھیوں کے دو زینے ہیں، دائیں بائیں کے گنبد شہید ہو چکے ہیں، مغربی و جنوبی جانب صرف ایک مینار باقی ہے، باقی سات مینار شہید ہو چکے ہیں، مولانا نور محمد صاحب کا بیان ہے، (جو ۱۹۶۰ء سے اس مسجد میں امام و خطیب ہیں) کہ جب میں امام ہو کر اس مسجد میں آیا تھا اسوقت بھی یہ تمام مینار شہید تھے، گمان غالب ہے کہ ۱۹۷۱ء میں ان میناروں کو ظالموں نے نقصان پہنچا دیا ہو۔

اندرون مسجد

مسجد کی چھت کافی اونچی ہے، جس کی وجہ سے مسجد گرمی کے دنوں میں بھی ٹھنڈی رہتی ہے، اور اس میں نماز پڑھنے میں بڑا سکون حاصل ہوتا ہے، اندرون محراب چار گول دائروں میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے، دائیں بائیں بھی دو، دو گول دائروں میں کلمہ ہے، شمال و جنوب کی دونوں محرابوں کے اوپر دو گول دائروں میں کلمہ کندہ ہے، درمیانی محراب کے دونوں جانب دو چھوٹے طاق ہیں، مسجد کے نیچے تہہ خانہ ہے، اور تہہ خانے کے دروازے پر ٹوین داس [1] کا قبضہ ہے، جو

---

[1] جامع مسجد کے ملحق دائیں جانب ایک قدیم عمارت ہے، جس میں کئی کمرے بنے ہوئے ہیں یہ عمارت لکھوری اینٹوں کی بنی ہوئی ہے اس میں تین محرابیں ہیں جن میں سے دو محرابیں بند کر دی گئیں ہیں، اس کے علاوہ کتالی پتھر کا بنا ہوا ایک وسیع و عریض کمرہ ہے، اس احاطہ میں ایک مقبرہ بھی ہے جو آج بھی موجود ہے، مقامی لوگوں کا بیان ہے کہ یہاں شیخ فرید بخاریؒ کا قائم کردہ مدرسہ تھا، یہاں تقریباً ایک ہزار گز زمین ہے جس کے اوپر ٹوین داس قابض ہے، (قاسمی)

غیر مسلم پنجابی ہے، کہا جاتا ہے کہ مسجد کے نیچے ایک سرنگ بھی ہے۔

مقبوضہ وقف اراضی

بیان کیا جاتا ہے کہ اس مسجد کی ۳۰ / بیگھ وقف زمین ۵۲ / گاؤں میں تھی، مثلاً باد شاہ پور، وزیر پور اور چندیلہ وغیرہ گاؤں میں، چندیلہ گاؤں میں زرعی زمین تھی جس کو عبد الحق پراچہ صاحب نے اپنے نام لکھوالیا تھا، اب یہ گاؤں فرید آباد شہر میں آگیا ہے، جس میں سراج پراچہ سابق چیئر مین دلی وقف بورڈ کا کارخانہ ہے، جسکے خلاف بورڈ نے مقدمہ دائر کیا ہے، اور کورٹ میں مقدمہ زیر سماعت ہے۔

مسجد کے شمال کی طرف ایک کنواں بھی تھا جس کے بارے میں سکھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بابا صاحب کا کنواں ہے، جس میں لنگر وہ عبادت کرتے تھے، جس کو اب غیر مسلموں نے بند کر دیا ہے، اس کے علاوہ مسجد کے اطراف میں اور بھی ناجائز قبضے ہیں، ان میں سے بعض ناجائز قابضین کرایہ دیتے ہیں، اور بعض کرایہ دینے سے انکار کرتے ہیں، یہاں کے مقبوضہ مکانوں میں ایک دینی مکتب تھا، جس پر ناجائز قبضہ ہے، جسکی کافی وقف زمین ہے، گمان غالب ہے کہ یہ مکتب مسجد کے ساتھ ہی بنا ہے، پندرہ، بیس سال قبل پنجاب وقف بورڈ نے ...... اسکی وقف اراضی پر ناجائز قبضے کے خلاف مقدمہ جیت لیا تھا لیکن ابھی تک بورڈ قبضہ نہیں لے سکا ہے، صحن کے دائیں طرف موجود مقبرہ کے علاوہ بھی اسی احاطہ میں ایک مقبرہ ہے، لیکن اب اس میں ایک شرنارتھی خاندان آباد ہے، مقبرہ پر قبضہ کرنے کی وجہ سے یہ خاندان برباد ہو گیا ہے، لیکن قبضہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے، یہ کروڑوں روپیہ کی جائیداد ہے، اس ناجائز قبضے کے خلاف بھی بورڈ کی طرف سے کاروائی ہونی چاہئے، اس مسجد پر بھی تقسیم کے بعد حکیم موہن لال کا قبضہ ہو گیا تھا، اسکے علاوہ بھی دس خاندان آباد تھے، ۱۹۵۸ء میں یہ مسجد خالی ہوئی تھی، اس

مسجد کی وقف اراضی تباہ و برباد کرنے میں شوکت علی سابق متولی مسجد کا زبردست ہاتھ ہے، اس کو کرنل محمد سعید صاحب نے متولی بنادیا تھا، اور اس نے متولی ہوتے ہی وقف اراضی میں خورد برد کرنا شروع کر دیا تھا۔

امامت و خطابت

مسجد کے موجودہ امام و خطیب مولانا نور محمد صاحب چندینی ہیں جو علماٗ میوات میں اپنے کردار و گفتار کے اعتبار سے ممتاز عالم دین اور قلندرانہ مزاج کے حامل ہیں، انہوں نے بڑی جد و جہد کر کے اس مسجد میں تعمیرات کا کام کیا ہے وضوخانہ وغیرہ کی تعمیر اور صحن کی مرمت آپ ہی کی جدوجہد سے ہوئی ہے، مولانا نور محمد صاحب ۱۹۶۰ء میں بحیثیت امام و خطیب یہاں آئے تھے اور اسوقت سے آج تک یہاں امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، مولانا ایک اچھے واعظ بھی ہیں، انکے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے۔

عیدگاہ

یہ عیدگاہ بابانگر سیکٹر ۱۹ار فرید آباد میں تالاب کے جنوب میں دو تین سو قدم کے فاصلے پر واقع ہے، یہ شیخ فرید بخاریؒ کی تعمیر ہے، جس کا ذکر شیخ اکرام نے بھی کیا ہے، یہ جامع مسجد، فرید آباد کے ساتھ تعمیر ہوئی ہے، عیدگاہ آباد ہے، اب اس کو مسجد کی شکل دے دی گئی ہے، اس کی محرابی دیوار محفوظ ہے، اس کے اطراف میں مسلم آبادی ہے، اس عیدگاہ کو راقم الحروف نے دیکھا ہے، اب یہاں دو منزلہ مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔

تالاب

بابانگر فرید آباد میں ایک قدیم تالاب بھی ہے، جسکو شیخ فرید بخاریؒ نے

Scanned with CamScanner

تعمیر کرایا تھا، اور اس کے لئے ۳۰۰ر سو بیگھہ زمین وقف کی تھی، اس تالاب میں
عورتیں بچوں کیلئے غسل کرتی تھیں، اور اللہ کے فضل و کرم سے انکی مرادیں
بھی پوری ہو جاتی تھیں، یہ تالاب اب گورنمنٹ کے قبضے میں ہے، اور اسکے
زیادہ تر حصے کو پارک کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا ہے، اس تالاب کا ذکر قدیم
ماخذ و مراجع میں ملتا ہے، اور اسی تالاب کے جنوب میں بابا نور الدین ولایت بیگ
شاہ کا مقبرہ ہے، یہ درگاہ ایک کمیٹی کے زیر انتظام ہے، جسکے صدر بلدیو راج آہوجہ
ہیں، اس کے ممبران میں مولانا نور محمد صاحب کا بھی نام شامل ہے، اس مقبرے کے
احاطے میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے مقبرے کی احاطہ بندی کر دی گئی ہے۔

مسجد سیدواڑہ

سیدواڑہ میں تقسیم سے قبل مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی، یہاں پر ایک
عالیشان مسجد تھی، جس میں اب گوردوارہ ہے، مسجد مذکور میں منشی نیاز الدین
فرید آبادی ثم دہلوی مالک کتب خانہ انجمن ترقی اردو نے نماز پڑھی ہے، منشی نیاز الدین
صاحب نے بیان کیا کہ ۱۹۴۷ء میں یہاں کوئی خاص فساد نہیں ہوا تھا، لیکن ایک
مسلمان کے قتل ہو جانے کی وجہ سے، فرید آباد کے تمام مسلمان اجتماعی طور پر
ہجرت کر گئے تھے، سیدواڑہ ہی میں سید ہاشمی فرید آبادی کا خاندان رہتا تھا۔

Scanned with CamScanner

مسجد شاہ نجم الحق سہنہ

''سہنہ'' ایک تاریخی وثقافتی قصبہ ہے، جو دلی سے ۶۰/ کلومیٹر کی دوری پر جنوب میں اراولی پہاڑی کے دامن میں واقع ہے، اس کی اونچی پہاڑی ایک اہم تفریح گاہ کی حیثیت رکھتی ہے، جہاں ہریانہ اور دلی کے لوگ سیر و تفریح کیلئے جاتے ہیں، اور شام کو یہاں بڑا ہجوم ہو جاتا ہے، جسکی وجہ سے بڑی رونق ہوتی ہے۔

یہاں گرم پانی کا چشمہ بھی ہے، جو جلدی امراض کے لئے اکسیر کا کام دیتا ہے، یہ گرم چشمہ گندھک کی کان سے نکلتا ہے، جس کے پانی کا رنگ اور اسکی بو گندھک جیسی ہوتی ہے۔

سہنہ میں ۲۰/ مسجدیں ہیں، جن میں سے صرف پانچ مسجدیں آباد ہیں، یہاں پر متعدد شاندار مقبرے ہیں، جنکے اوپر کہنگی و شکستگی کے آثار نمایاں ہیں، یہاں پر نوگزہ پیر کا مزار بھی ہے، اسوقت یہاں دو تین ہزار مسلمان رہائش پذیر ہیں، جو زیادہ تر میوات اور اسکے اطراف واکناف کے رہنے والے ہیں، ۱۹۴۷ء میں یہاں کی کچھ مسلم آبادی پاکستان ہجرت کر گئی تھی، علاقہ میوات بھی تھوڑا بہت متاثر ہوا، لیکن اس کے باوجود ۸۰/ فیصد آبادی یہیں رہی۔

مسجد شاہ نجم الحق

مسجد نجم الحق ۱۴۸۱ء کی تعمیر ہے، جو لال پتھر کی بنی ہے، کافی بلندی پر واقع ہے، بارہ کشادہ سیڑھیوں کو طے کرنے کے بعد اسکے صدر دروازہ میں داخل

ہوتے ہیں، صدر دروازہ پر ایک خوبصورت ڈیوڑھی بنی ہوئی ہے، جس کے اوپر ایک عالیشان گنبد ہے، ڈیوڑھی کے مشرق وجنوب میں عربی وفارسی کے کتبات ہیں، جن کے حروف امتداد زمانہ سے مٹ رہے ہیں، اس عالیشان گنبد کے بعد صحن مسجد میں ایک اور گنبد ہے، جو پہلے گنبد سے قدرے چھوٹا ہے، مسجد کا صحن تقریباً ۷۰ رفٹ لمبا اور ۵۰ رفٹ چوڑا ہے، جسکے چاروں طرف بڑے عمدہ قسم کی بارہ دری بنی ہوئی ہے، جو مدرسہ کے لئے بنائی گئی ہے، مسجد مذکورہ نودر کی ہے، جس کی سرخ دیواروں ودروں پر قرآنی آیات کی مختلف سورتیں کندہ ہیں، اسکی چھت ۳۶ رہشت پہلو حجری ستونوں پر قائم ہے، جنکے اوپر گول دائروں میں شمالی جانب کی محراب کے علاوہ باقی محرابوں میں اللہ، اللہ کندہ ہے، اس میں ۷ رسیڑھیوں کا زبردست منبر ہے جو دلی کی کالاں مسجد ترکمان گیٹ کے طرز کا ہے، جو نہایت ہی دیدہ زیب ہے۔

یہ مسجد تقریباً ۸۰ رفٹ لمبی اور ۵۰ رفٹ چوڑی ہے، اس کا فرش بھی لال پتھر کا ہے غرضیکہ مسجد نجم الحق اپنے آرٹ وفن تعمیر کے اعتبار سے ہریانہ کی خوبصورت ترین مساجد میں شامل ہے۔

واضح رہے کہ یہاں پہلے مدرسہ بھی تھا اور خانقاہ بھی ان دونوں کی نگرانی حضرت شاہ نجم الحق کے سپرد تھی، جو اپنے عہد کے مشہور عالم دین اور بلند پایہ مدرس اور شیخ طریقت تھے، آپ فصوص الحکم، اور نقد النصوص جیسی معرکۃ الاراء کتابوں کا درس دیا کرتے تھے، اس وقت آپ کے درس کا بڑا شہرہ تھا، آپ کے متعلق حضرت مولانا حکیم عبدالحی صاحب، نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں:

''اکابر مشائخ چشتیہ میں سے تھے، خداوند کریم کا ان پر بڑا فضل تھا، کہ شیخ عبدالعزیز بن الحسن العباسی دہلوی کی صحبت پر اثر میں علوم کسبیہ ومعارف

وہبیہ میں کمال حاصل کیا مدۃ العمر فقر و غنا اور تسلیم و رضا کے جادہ پر رواں دواں رہے، فصوص الحکم اور نقد النصوص اور اس قسم کی دوسری کتابوں کا انتہائی تحقیق و دید دوری سے درس دیا کرتے تھے، اکبر نے فتح پور سکری میں شاہی محل کے قریب آپ کے لئے عبادت خانہ بنوایا [۱]"۔

مسجد نجم الحق میں سرکاری اسکول

واضح رہے مسجد و مدرسہ نجم الحق کے کمروں میں آج بھی سرکاری اسکول قائم ہے، اس اسکول کے بچے مدرسہ کے ان کمروں کے علاوہ صحن اور مسجد کے اندر بھی پڑھتے ہیں، اور ان کی استانیاں مسجد میں کرسیوں پر نشستی رہتی ہیں۔

راقم الحروف اپنے رفقاء کے ہمراہ اس مسجد کا سروے کرنے گیا تو مسجد میں اسکول کی استانیاں موجود تھیں، انہوں نے شروع میں ہم لوگوں کو مسجد دیکھنے اجازت دے دی تھی، اس کے کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا کہ ہمارے آفیسر آجانے کے بعد ہم کو ڈانٹ ڈپٹ کریں گے، آپ لوگ مسجد کو خالی کردیں، مسجد کے صحن میں واقع گنبد میں اسکول کا دفتر تھا، اس میں ایک قبر بھی تھی جسکے اوپر چادر چڑھی ہوئی تھی، اسکے گرد کرسیاں بچھی ہوئی تھیں، ایک صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ یہ شاہ نجم الحق کی قبر ہے، جن کا اکبر بادشاہ بڑا معتقد تھا، اور انکو اپنے بعض جنگی مہموں میں اپنے ساتھ رکھتا تھا، یہ مسجد بھی اکبری دور کی تعمیر ہے، کئی سال قبل مسجد کو واگزار کرانے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن مقامی ہندوؤں کی مزاحمت کی وجہ سے مسجد خالی نہیں ہو سکی، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مسجد کو خالی کرانے کی کوشش کی جائے، اس سلسلہ میں مقامی لوگوں کے تعاون سے پنجاب وقف بورڈ ایک اہم رول ادا کر سکتا ہے، ذمہ داران بورڈ کو مسجد کے انخلاء اور اسکی آبادکاری کے

---

[۱] نزہۃ الخواطر، ج ۴ ص ۸۰،

کے مسئلے کی طرف خصوصی توجہ کرنی چاہئے، یہ مسجد آباد ہوسکتی ہے، چونکہ مسجد پر حکومت کا ناجائز قبضہ ہے۔

مسجد بارہ کھمبا سہنہ

سہنہ کی شاہی مسجد جسکو مسجد بارہ کھمباوالی بھی کہتے ہیں، یہ مسجد محلہ پرانا بس اسٹینڈ میں واقع ہے، جسکی تاریخ تعمیر ۱۳۸۱ء ہے، جو مسجد نجم الحق سے بہت پہلے کی بنی ہوئی ہے، اور اس میں تقریباً ۳۵ر سال سے نماز ہو رہی ہے۔

یہ مسجد تین در اور تین گنبد کی ہے، ۶۵ر فٹ لمبی اور ۱۷ر فٹ ۱۰ر انچ چوڑی ہے، اور اسکا صحن ۶۵ر فٹ لمبا اور ۱۱ر فٹ چوڑا ہے، مسجد میں مدرسہ دارالاصلاح قائم ہے جو پنجاب وقف بورڈ کے ماتحت ہے، یہ مسجد تغلق طرز کی بنی ہوئی ہے، مسجد کے موجودہ امام محمد کلیم کاشفی ہیں، جو میوات کے رہنے والے ہیں اور ایک صالح نوجوان عالم ہیں۔

گمنام مسجد

یہ مسجد سہنہ میں مالیوں کے محلہ (وارڈ نمبر ۲) میں عمارتوں کے بیچ میں واقع ہے، جو سڑک سے ہی نظر آتی ہے، اور تین در اور تین گنبد کی ہے، اندرون مسجد محرابیں بنی ہوئی ہیں، مغربی دیوار کی محراب کے درمیان دو چھوٹے گول دائروں میں کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے، جو بالکل صاف ہے اور مسجد کی دیوار پر قرآنی آیات کندہ ہیں، یہ سنگ سرخ کی بنی ہوئی مسجد ۸۰ر فٹ لمبی اور ۳۰ر فٹ چوڑی ہے اور اسکا صحن ۸۰ر فٹ مربع ہے، مسجد کے اندر گوبر اور بھس بھرا ہوا تھا، مسجد کے جنوب میں چھت پر جانے کیلئے ۱۶ر سیڑھیوں کا ایک تنگ زینہ بھی ہے، یہ مسجد غیر آباد ہے، اس مسجد کی آبادکاری پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے، اسی مسجد کے قریب ایک مقبرہ بھی ہے۔

Scanned with CamScanner